(۱۷)

خدا کے احسانوں میں سے ایک بہت بڑا احسان نبی کی بعثت ہے

(فرمودہ ۲۸۔ جون ۱۹۲۹ء بمقام سرینگر۔ کشمیر)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا کوئی کام بے وجہ اور بے سبب نہیں ہوا کرتا۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی جو وہ کرتا ہے یا چھوٹی سی چھوٹی بات بھی جو وہ کہتا ہے حکمت سے بھری ہوتی ہے۔ خالق و مخلوق میں یہی فرق ہے کہ جو کام مخلوق بِالا رادہ کرتی ہے ان میں سے کئی کام فضول ہوتے ہیں اور کئی کام عادتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ دنیا میں غور کر کے دیکھ لو کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا جسے کوئی نہ کوئی عادت نہ ہو۔ کسی کو ہاتھ ہلانے کی عادت ہوتی ہے، کسی کو اُنگلیاں چٹخانے کی عادت ہوتی ہے، کسی کو بعض مقامات کے کُھجلانے کی عادت ہوتی ہے غرض کوئی ایسا انسان نہیں نکلے گا جسے کوئی نہ کوئی عادت نہ ہو۔ وہ اپنی عادت کے ماتحت کام کرتا چلا جائے گا اور ان کاموں کی حکمت بیان نہ کر سکے گا بلکہ دریافت کرنے پر متردّد ہو کر خیال کرے گا کہ مجھے یہ عادت ہے بھی یا نہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں حکمت ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں قانونِ قدرت کے ماتحت پیدا شدہ چیزوں میں سے کوئی حکمت سے خالی نہیں خواہ چھوٹی سے چھوٹی کیوں نہ ہو انسان کو چاہئے کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے۔ کوئی زمانہ تھا کہ درختوں کے صرف پھلوں کو مفید سمجھا جاتا تھا کہ ان سے بھوک دور ہوتی ہے باقی چھال، پتے، لکڑی وغیرہ کسی کام کی نہیں خیال کی جاتی تھی پھر زمانہ

آیا لکڑی کو بھی مفید اشیاء میں سمجھا جانے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ بیج کا مفید ہونا معلوم ہو گیا اور چھال اور پتوں کے کارآمد ہونے کے متعلق بھی یقین پیدا ہو گیا غرضیکہ کوئی حصہ بھی غیر مفید نہ سمجھا گیا۔ پتے جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ کسی کام کے نہیں ہوتے کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہو گیا کہ یہ مختلف کیمیاوی اجزاء رکھتے ہیں جن کے ذریعہ انسانی قویٰ کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ کمزور زمینوں میں کھاد کی صورت میں ڈالے جانے سے طاقت بخشتے ہیں۔ غرض آہستہ آہستہ دنیا نے ترقی کی اور وہ چیزیں جو فضول نظر آتی تھیں وہ مفید نظر آنے لگیں۔ انسانی فُضلات کو ہی لے لیں کانوں کا فضلہ' ناک کا فضلہ' منہ کا فضلہ' پاخانہ' پیشاب وغیرہ بدترین فُضلے سمجھے جاتے ہیں اور انسان پوری کوشش کرتا ہے کہ ان سے بچے۔ مگر طب اور زراعت نے بتایا کہ ان میں بہت سے فوائد ہیں۔ کان کی مَیل آنکھ کے علاج کے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی ہے' پیشاب زخموں کو اچھا کرنے میں مفید پایا گیا کہ جبکہ ابھی علمِ جراحی نے ترقی نہ کی تھی اور ANTISEPTIC طریقے معلوم نہ ہوئے تھے ایک صوفی نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ انسان کے لئے اس کے اندر مکمل علاج موجود ہے۔ اب اور بھی سائنس ترقی کر رہی ہے۔ پچھلے زمانے میں جو چیزیں صرف کھاد کا کام دیتی تھیں اب ان کے اور بھی فوائد ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔

غرض ہم پہاڑوں کی چوٹیوں پر قیام کریں یا سمندر کی تہہ میں چلے جائیں کسی جگہ نظر کریں خدا کی پیدا کردہ ہر چیز میں فوائد نظر آئیں گے۔ اب تک جس قدر تجربہ ہو چکا ہے اس سے یہی ثابت ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز محض ضرر رساں نہیں بلکہ جنہیں محض ضرر رساں خیال کیا جاتا ہے ان میں بھی فوائد ہیں۔ سانپ کو بہت ضرر رساں سمجھا گیا ہے مگر بہت سی لاعلاج بیماریوں کا اس کے زہر سے علاج کیا جاتا ہے اور لوگ ان بیماریوں سے شفا حاصل کرتے ہیں۔ سنکھیا زہرِ قاتل ہے لیکن اس سے بھی بہت بڑی دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جہاں اس سے ہزاروں جانوں کا نقصان ہوتا ہے وہاں لاکھوں انسان اس سے شفا پاتے ہیں۔ یہی سنکھیا پرانے بخاروں کو توڑنے میں اکسیر ثابت ہوا ہے۔ جو لوگ بخار میں مبتلاء ہو کر دوائی کرتے کرتے تھک جاتے ہیں انہیں سنکھیا کی ایک خوراک سے فائدہ ہو جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء میں کوئی بھی فوائد سے خالی نہیں۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے تمہید ہے اس امر کی جو میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔

خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی خوبیاں بیان کرنا اِس وقت میرا مقصد نہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ جب ہم اُن چیزوں میں بھی جنہیں مُضِرّ خیال کیا جاتا ہے فوائد دیکھتے ہیں تو جو چیزیں ہمارے لئے فائدہ رساں ہیں ان کی کیسی قدر کرنی چاہئے اور ان کا ہمارے لئے مہیا کیا جانا خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ خدا تعالیٰ کے احسانوں میں سے ایک انبیاء کا وجود ہے مگر بہت سے لوگوں کو ٹھوکر لگی ہے وہ خیال کرتے ہیں شریعت کا لانا ہر نبی کیلئے ضروری ہے۔ نادان نہیں جانتے کہ دنیا میں خدا نبی کس غرض کیلئے بھیجتا ہے۔ نبی کی بعثت کی غرض لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا ہوتا ہے۔ وہ خدائی تعلیم پر چل کر لوگوں کو بتاتا ہے کہ خدا تم سے یہ چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب جو اِن کے بے وارث اور یتیم ہونے کی حالت میں کیا گیا آخر اس کا کیا سبب تھا؟ پھر حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ وَغَیْرُهُمْ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ کا انتخاب جو کیا گیا۔تو کیوں؟ کیوں نہ کسی بڑے آدمی کا انتخاب کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ سوال بھی ہوا۔ ایک شخص جو شرک کے خلاف وعظ کیا کرتا تھا اس نے کہا اگر خدا نبوت کیلئے منتخب کرتا تو مجھے کرتا اس لئے میں نہیں مانتا۔تو یہ سوال ہوتا ہے کہ کیوں خدا ایسے شخص کا انتخاب کرتا ہے کسی بڑے آدمی کا انتخاب کیوں نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کا انتخاب کرتا ہے جو لوگوں کیلئے نمونہ ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء نمونہ تھے۔ خدا تعالیٰ جو تعلیم دنیا کی ہدایت کیلئے بھیجتا ہے اس کے ساتھ ہی ایسے شخص کو بھی بھیجتا ہے جو اس تعلیم کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا عملی نمونہ تھے۔ حضرت عیسیٰؑ انجیل کے حضرت موسیٰؑ تورات کے۔ جب قرآن کریم اُترا تو ساتھ ہی مجسم قرآن یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق دریافت کیا کہ کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ[1] آپ کا خُلق قرآن تھا جو کچھ اس میں ہے اس کا عملی نمونہ آپ تھے۔آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح بیان کرنے کی بجائے کہہ دیا قرآن پڑھ لو جو کچھ اس میں ہے وہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔

غرض انبیاء کا وجود دنیا میں نمونہ ہوتا ہے۔ جس طرح نمونہ سے ٹھوکر نہیں لگ سکتی اسی طرح انبیاء کے وجود کے ساتھ بھی ٹھوکر نہیں لگ سکتی۔ انبیاء لوگوں کو زندہ کرنے آتے ہیں ان سے پہلے لوگ مُردہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مُردوں کو زندہ کیا۔

ایمانداروں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ[2] کہ اے لوگو! اللہ اور رسول کی بات مانو وہ تمہیں زندہ کرنے کیلئے بلاتا ہے۔

ہمارے زمانہ میں بھی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں بھی دنیا کو زندہ کرنے آیا ہوں۔ خدا کے کلام کو سمجھانا' معارف وحقائق بتانا' لوگوں کو روحانی طور پر زندہ کرنا' نمونہ بننا یہ وہ کام ہیں جو خدا کے برگزیدہ دنیا میں مبعوث ہو کر کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ جو زندگی حاصل ہوتی ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ نبی جسمانی مُردوں کو زندہ کرتا ہے بلکہ عملی زندگی اور اخلاقی زندگی ہے۔

انبیاء کی جماعتوں میں اور دوسرے لوگوں میں کھانے پینے پہننے ظاہری زندگی میں فرق نہیں ہوتا بلکہ یہی فرق ہوتا ہے کہ ان کی عملی' اخلاقی حالت نہایت اعلیٰ ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کیلئے نمونہ ہوتے ہیں اگر نبی کی جماعت میں کسی داخل ہونے والے کے اندر یہ بات پیدا نہ ہو تو وہ سمجھے اس کے اندر وہ غرض و غایت جس کے لئے نبی مبعوث ہوتے ہیں پیدا نہیں ہوئی اور جب تک کسی قوم میں یہ باتیں پیدا نہ ہوں وہ ترقی نہیں کرسکتی۔

ہمیشہ مأمور خدا سے یہ وعدہ لے کر آتے ہیں کہ جو قوم ان کے ساتھ شامل ہوگی اسے وہ کامیابی تک پہنچاویں گے اور باقی لوگ ذلیل ہو جائیں گے۔ ان کے ساتھ شامل ہونے والے ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں ان کی قربانیاں ضائع نہیں ہونگی جیسے زمیندار زیادہ سے زیادہ غلہ بوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مجھے اس کا فائدہ ہوگا اسی طرح مؤمن بھی قربانی کرنے سے ڈرتا نہیں۔ وہ جانتا ہے اگر آج اس کا فائدہ ظاہر بین لوگوں کو نظر نہیں آتا تو جلد ہی وہ اس زمانہ کو پالیں گے جس میں اس کے فوائد مشاہدہ کرلیں گے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں لوگ زمین خرید کر آئندہ نسلوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اسی طرح مؤمن کی قربانی بھی آئندہ نسلوں کیلئے مفید ثابت ہوتی ہے۔ میں نے ایران کے بادشاہ کا قصہ کئی دفعہ سنایا ہے وہ اپنے وزیر کے ساتھ ایک کسان کے پاس سے گزرا جو ایک ایسا درخت لگا رہا تھا جس کے پھل کو وہ خود نہیں کھا سکتا تھا بلکہ اس کی نسل فائدہ حاصل کرسکتی تھی۔ بادشاہ نے کہا۔ میاں کسان! تم کو اس کے لگانے سے کیا فائدہ؟ اس نے جواب دیا بادشاہ سلامت! پہلوں نے یہ پیڑ لگائے تو ہم نے پھل کھائے اب ہم لگائیں گے تو ہمارے بعد آنے والے کھائیں گے۔ بادشاہ کا دستور تھا جب

وہ کسی بات پر خوش ہوتا تو زِہ کہا کرتا۔ جس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ ہم اس شخص کی بات پر بڑے خوش ہوئے ہیں اسے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی دی جائے۔ چنانچہ بادشاہ کو کسان کی بات پسند آئی اور اس نے زِہ کہا۔ اس پر وزیر نے ایک تھیلی کسان کے حوالے کی۔ تھیلی لے کر میاں کسان بولے بادشاہ سلامت! دیکھا اس درخت نے تو لگاتے لگاتے پھل دے دیا۔ یہ بات بادشاہ کو پھر اچھی لگی اور اس نے زِہ کہا وزیر نے ایک اور تھیلی کسان کے حوالے کر دی۔ پھر تھیلی لے کر کسان نے کہا بادشاہ سلامت! اور لوگ جو درخت لگاتے ہیں وہ سال میں صرف ایک دفعہ پھل دیتے ہیں مگر میرے درخت نے تو لگاتے لگاتے دو دفعہ پھل دیدیا۔ بادشاہ کو اس بات نے اور بھی خوش کیا اور اس نے پھر زِہ کہا اور وزیر نے تیسری تھیلی کسان کے حوالے کر دی۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہاں سے چلو ورنہ یہ بوڑھا تو ہمیں لوٹ لے گا۔[۳]

پس بعض قربانیاں ایسی کرنی پڑتی ہیں جن کا نفع فوری طور پر نظر نہیں آتا مگر ان کے پسِ پردہ بہت عظیم الشان فوائد ہوتے ہیں۔ انبیاء کے حقیقی متبعین بھی قربانیاں کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور باقی لوگ ذلیل وخوار۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کو دیکھو ان پر کیا کیا ظلم وستم کئے گئے۔ پہلی اور دوسری صدی میں ان پر سخت مظالم ڈھائے گئے وہ مصائب کا تختہ مشق بنائے گئے مگر انہوں نے صبر سے مظالم کو برداشت کیا اور قربانی پر قربانی کرتے گئے حتّٰی کہ تیسری صدی میں جا کر انہیں آزادی حاصل ہوئی جب کہ روما کا بادشاہ عیسائی ہو گیا۔ میں نے وہ غاریں دیکھی ہیں جو روما کی غاریں کہلاتی ہیں۔ وہ خدا کی جماعت ان غاروں میں چھپ کر گذارہ کرتی تھی تا کہ مخالفین کے مظالم سے بچے۔ وہ غاریں اتنی وسیع ہیں کہ اگر ان کو پھیلایا جائے تو دو سَو میل سے کم لمبائی نہ ہوگی۔

ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم بلحاظ ایمان کے پتھر کی چٹان کی طرح ثابت ہوں کچے ایمان تو پہلے بھی موجود تھے مأموروں کا کام نئی زندگی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ انبیاء کی جماعتوں کے ہر فرد کو سمجھنا چاہئے کہ میرے ہی ذریعہ دنیا کی نجات ہوگی میں نے ہی سب کام کرنا ہے، میں انجن ہوں باقی سب گاڑیاں ہیں جب تک یہ احساس نہ ہو اُس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ سچا موحد انسان اس صورت میں بن سکتا ہے کہ وہ سمجھے دنیا میں وہ اکیلا ہی کام کرے گا۔ سورۃ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ[۴] جو آیا ہے اس میں یہی نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ ہر شخص کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ

گویا وہ اپنے آپ کو آگے کھڑا کرتا ہے اور باقیوں کو اپنے ساتھ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی قسم کے چالیس مومنوں کی خواہش رکھتے تھے کہ اگر ہماری جماعت میں پیدا ہو جائیں تو پھر تمام دنیا کا فتح کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ ایمان بجز خدا کے برگزیدہ کے اور کوئی پیدا نہیں کر سکتا جنہیں خدا تعالیٰ خود انتخاب کر کے دنیا میں مبعوث فرماتا ہے۔ یہ لوگ آگ کا حکم رکھتے ہیں جو خس و خاشاک کو جلا دیتی ہے جب ان کا ظہور دنیا میں ہوتا ہے تو ان کے ذریعہ ضلالت و گمراہی کے سب پردے چاک ہو جاتے ہیں اور ان کا متبع ایک کامل ایمان حاصل کر کے خدا کی طرف جھکتا ہے۔ اگر ایسا ایمان نصیب ہو تو یہی کامیابی کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم ایسا ایمان حاصل کریں۔ آمین

(الفضل ۲۳۔ جولائی ۱۹۲۹ء)

۱؎ مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۱

۲؎ الانفال: ۲۵

۳؎ مجانی الادب فی حدائق العرب جزء ۲ صفحہ ۱۶۴

۴؎ الفاتحة: ۵